فوزیہ اسلم

خطوط غالب کے حوالے سے غالب کا املا

اٹھارویں صدی کے آغاز، اورنگ زیب کی وفات، شمال وجنوب کے لوگوں میں میل جول، ولی کی دلی آمد اور شمالی ہند میں اردو شاعری کے باقاعدہ ارتقاء کے بعد سے تاریخ زبان اردو کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے اور اردو اپنی لسانی قدامت کو چولا اتار کر ایک نئے دور میں داخل ہوتی ہے اور بقول پروفیسر مسعود حسین خان:

''ایک نیا محاورہ جنم لیتا ہے''

اس نئے محاورے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں پنجابی اور ہریانی کے لسانی اثرات کم ہو جاتے ہیں۔ دوسری جانب آگرے کی مرکزیت کی وجہ سے برج بھاشا کے جو اثرات اکبر اور جہانگیر کے عہد میں قائم ہو گئے تھے، وہ دھیرے دھیرے ختم ہونے لگتے ہیں۔

گویا

شمالی ہند میں اردو شاعری وزبان کا باقاعدہ طور پر آغاز ولی دکنی کی دلی میں آمد (1707) کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ جعفر زٹلی اور فائز دہلوی سے قطع نظر اس اٹھارویں صدی کے دوران میں جو شاعر منظر عام پر آئے ہیں، انہیں تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا گروہ اٹھارویں صدی کے اوائل میں منظر عام پر آتا ہے۔ اس گروہ میں فارسی گو شعراء شامل ہیں، جو ولی کے اثر سے اردو میں بھی شعر کہنے لگتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ ان شاعروں نے اردو شاعری کو سنجیدگی کے ساتھ اختیار نہیں کیا لیکن اردو شاعری کی موافقت میں ایک انقلابی رویہ ضرور پیدا ہو گیا، جس کی بنیادیں رفتہ رفتہ استوار ہوتی چلی

Scanned by CamScanner

گئیں۔ان شاعروں میں مرزا عبدالقادر بیدلؔ، سعد اللہ گلشنؔ، سراج الدین علی خان آرزوؔ، مرتضیٰ خان قلی فراقؔ، سلیمان قلی خان وداد، قزلباش خان امیدؔ، اشرف علی خان فغاںؔ اور میر شمس الدین فقیرؔ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اس دور اول کی زبان کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ ابھی زبان نے کوئی خاص صورت اختیار نہ کی تھی۔کبھی فارسی آمیز اردو استعمال ہوتی تھی، کبھی ہندی کا عنصر غالب تھا۔

ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے مطابق:

> ''زبان ایک ہیولیٰ کی صورت میں تھی۔ اس نے ابھی کوئی روپ اختیار نہیں کیا تھا''۔ ۲

گویا زبان ابھی نامکمل حالت میں تھی اور خیالات بھی اچھی طرح ادا نہ ہو پاتے تھے۔اس لیے شاعر زیادہ تر فارسی زبان ہی کو ذریعہ اظہار بناتے تھے۔

ان کے بعد دوسرے گروہ میں اٹھارویں صدی کے وسط کے اردو کے متقدمین شعراء شاہ مبارک آبروؔ، حاتمؔ، شاکر ناجیؔ، غلام مصطفیٰ خان یکرنگؔ، شیخ شرف الدین مضمون اور مظہر جان جاناں کا شمار ہوتا ہے۔

ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ کے مطابق:

> ''جو تفنن طبع یا منہ کا مزہ بدلنے کے لیے اردو میں شعر نہیں کہتے۔ بلکہ دلی جذبات و کیفیات کے سنجیدہ اظہار کے طور پر اردو شاعری اختیار کرتے ہیں''۔ ۳

یہ شاعر فارسی کے ادبی غلبے کو ختم کر کے مکمل طور پر اردو کو اپنے شعری اظہار کا وسیلہ بناتے ہیں۔ مشاعروں اور مراختوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ دیوان سازی کی طرف توجہ دی جاتی ہے اور زبان کی اصلاح و درستی کی تحریک کا آغاز ہوتا ہے اور حق یہ ہے کہ شاہ حاتمؔ اور مظہر جان جاناں نے اصلاح زبان کی جس تحریک کا آغاز کیا تھا اس کو میر و

Scanned by CamScanner

سوداؔ کے عہد میں عروج ملا۔

صحیح معنوں میں زبان کی صفائی وستھرائی اور لہجے کا نکھار اٹھارویں صدی کے اواخر کے شعراء میر تقی میرؔ، مرزا رفیع سوداؔ، خواجہ میر دردؔ، میر حسن دہلوی کے یہاں جا کر پیدا ہوتا ہے۔ یہ اٹھارویں صدی کے تیسرے گروہ کے شاعر ہیں، ان شعراء کے ہاتھوں زبان سے دکنی اثرات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ہندی کے ٹھیٹھ، نامانوس اور قدیم الفاظ متروک قرار دیے جاتے ہیں اور ان کی جگہ عربی و فارسی کے مناسب وموزوں سبک اور سہل الاستعمال الفاظ کام میں لائے جاتے ہیں۔ زبان میں وسعت پیدا کرنے کے لیے فارسی مصادر، عربی وفارسی تراکیب ومرکبات اور محاورات کا اردو میں ترجمہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح شمالی ہند میں 1800 تک ایک صاف ستھری ادبی اور ٹکسالی زبان ابھر کر سامنے آتی ہے۔

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی کے مطابق:

> ''دہلی.......... میں یہ سب سے شاندار دور ہے، کیا بلحاظ زبان، کیا بلحاظ مضامین اور کیا بلحاظ اصناف سخن......'' ۴

دوسری طرف فورٹ ولیم کالج کے قیام (1800-1854) سے اردو نثر کا ایک سلسلہ آغاز ہوا۔ اس سے قبل اردو نثر کو درخور اعتنا نہ سمجھا جاتا تھا۔

ڈاکٹر خلیل احمد بیگ کہتے ہیں:

> ''اردو زبان کا دور قدیم تیرھویں صدی سے لے کر سترھویں صدی عیسوی تک قائم رہتا ہے لیکن دور جدید انیسویں صدی سے پہلے شروع نہیں ہوتا۔ اس طرح اٹھارویں صدی کا دور اپنی مخصوص لسانی خصوصیات کی بنا پر ایک عبوری دور کی حیثیت رکھتا ہے۔ قدیم اردو کے اختتام (1700) اور جدید اردو کے آغاز (1800) کے درمیان کی اردو کو، جو پوری

Scanned by CamScanner

اٹھارویں صدی پر محیط ہے، درمیانی اردو قرار دے کر جدید دور
کی ابتداء ہم انیسویں صدی کے آغاز سے مان سکتے ہیں۔ اور
فورٹ ولیم کالج کی تصانیف کو جدید اردو کا نقش اولین تسلیم کر
سکتے ہیں''۔ ۵

فورٹ ولیم کالج کی دیکھا دیکھی کالج سے باہر بھی نثر کی کتب لکھی جانے لگیں۔ اس زمانے میں سب سے اہم کتاب بلحاظ زبان انشا اللہ انشاء کی ''دریائے لطافت'' ہے جو 1807 میں انشاء نے مرزا قتیل کے ساتھ مل کر تحریر کی۔ یہ اردو قواعد وعروض پر مبنی ہے۔ اردو کے لسانی ارتقاء میں یہ کتاب سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں انشاء نے اردو املا کے کئی اصول پیش کیے۔

لکھنؤ میں ناسخ نے اردو زبان کی اصلاح پر بہت توجہ دی۔ اور اردو سے تمام قدیم اور ناموزوں الفاظ خارج کر کے ان کے متبادل عربی وفارسی زبان کے الفاظ رائج کیے اور زبان کی تراش خراش کر کے اسے بہتر بنایا۔ انشآء اور مصحفی کے محاوروں پر اصلاح دی۔ مزید یہ کہ انشآء کے زمانے تک دہلی اور لکھنؤ میں مختلف الفاظ کا جو املا رواج پا گیا تھا، ان میں جس مقام کا املا درست تھا، اسے جائز قرار دیا اور جس جگہ کا املا غلط تھا اسے ترک کر دیا۔ اسی طرح بہت سے مصادر، افعال والفاظ کہ جن کا چلن تھا، مگر وہ اچھے نہ لگتے تھے ان کا املا بدل کر بہتر کیا۔ ناسخ نے الفاظ کی تراش خراش اور درستی کرنے میں بڑی محنت اور لگن سے کام لیا۔ جس کی پیروی ہر آنے والے نے کی اور یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔

غالب کا املا اور خصوصیات

غالب کے دور تک آتے آتے اردو زبان بہت صاف اور رواں ہو گئی تھی۔ زبان اگرچہ مکمل تشکیلی روپ میں آ چکی تھی۔ تاہم اردو الفاظ کا املا بے پروائی کا شکار رہا۔

Scanned by CamScanner

اگر چہ کچھ شعراء نے انفرادی طور پر اردو املا پر خصوصی توجہ دی اور اپنے شاگردوں کو بھی اس امر کی طرف مبذول کیا لیکن اس کے باوجود نثری و شعری شائع شدہ کتب میں اختلاف املا سامنے آنے لگا۔

عہد غالب اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس دور میں پہلی بار املا کے مسائل پہلی بار سنجیدگی سے اہل علم کی توجہ کا مرکز بننے لگے۔ اس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ اس دور میں چھاپے خانے کے قیام کے باعث کتابوں کی طباعت کی رفتار خاصی تیز ہوگئی تھی۔ برطانوی حکومت کی انتظامیہ اور تعلیمی نظام میں اردو کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی تھی اور اردو پڑھنے والوں کا حلقہ خاصا وسیع ہوگیا تھا۔ انہی وجوہات کی بنا پر اس دور میں اردو املا میں بعض اہم تبدیلیاں ہوئیں۔

اس حوالے سے خلیق انجم رقمطراز ہیں:

> ''غالب ہی کے زمانے میں امیر مینائی نے اپنی کتابوں میں املا کا ایسا اہتمام کیا کہ ان کی کتابوں پر ایک نظر ڈالنے ہی سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اردو املا کی معیار بندی کی کوشش کی جارہی ہے''۔ ۶

خود مرزا غالب بھی ان تبدیلیوں سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے بعض شاگردوں کو املا کے بارے میں ہدایات دی ہیں۔ جنہیں پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ غالب کی کوشش یہ تھی کہ ان کے شاگرد درست املا لکھیں۔ چنانچہ وہ منشی بہاری لال مشتاق کو لکھتے ہیں:

> ''چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے۔ بہ تقلید اور انشا پردازوں کے تمہاری عبارت میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں۔ میں تم کو جا بجا آگاہ کرتا رہتا ہوں۔ خدا چاہے تو املا کی غلطی کا ملکہ بالکل

Scanned by CamScanner

زائل ہو جائے''۔ ۷

املا کے بارے میں غالب کی یہ ہدایات پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ غالب اردو املا پر بہت توجہ دیتے تھے۔ حالانکہ صورتحال اس کے برعکس ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ غالب اس سلسلے میں خاصے غیر محتاط تھے۔

غالب کی املا کی خصوصیات کے تفصیلی ذکر سے قبل یہ بنیادی اصول بتا دینا ضروری ہے کہ اگر ایک لفظ کا املا مخصوص طریقے سے رائج ہے اور کوئی شخص اس کے خلاف لکھے تو وہ غلط املا ہے۔ مثلاً ''کرسی'' کو ''کرصی'' لکھا جائے اور ''سرور ونشاط'' کو ''صرور ونشات'' لکھیں، تو یہ غلط املا ہے۔ پھر لفظ میں شامل حروف کو ان کے درست مقام پر لکھنا بھی املا میں اہمیت کا حامل ہے جیسے لفظ ''طبیعت'' میں ''ط۔ب۔ی۔ع۔ت'' صحیح ترتیب ہے جسے اکثر اوقات ''طبعیت'' یعنی ''ط۔ب۔ع۔ی۔ت'' لکھ دیا جاتا ہے، جو غلط ہے، اسی طرح لفظ ''رجحان'' میں حروف کی صحیح ترتیب ''ر۔ج۔ح۔ا۔ن'' ہے، جسے اکثر لوگ ''رحجان'' یعنی ''ر۔ح۔ج۔ا۔ن'' لکھ جاتے ہیں۔

خطوط غالب کی عکسی نقول کے مطالعے سے غالب کی املا کی درج ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں۔

۱۔ <u>الفاظ کو ملا کر لکھنے کا رجحان:</u>

جدید املا میں کوشش کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ الفاظ کو الگ الگ لکھا جائے جبکہ قدیم املا میں الفاظ کو ملا کر لکھنے کا رجحان عام تھا۔ غالب املا کی قدیم روش سے متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں الفاظ کو ملا کر لکھنے کا رجحان بہت زیادہ ہے۔ مثلاً یوسف علی خان عزیز کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''اہل یورپ اس کو مونث بولتی ہیں۔ خیر میری زبان پر ہے، وہ میں لکھہ دیتا ہوں۔ اس بابمین کسکا کلام حجت اور برہان نہیں ہی''۔ ۸

Scanned by CamScanner

اسی طرح 18 جنوری 1864 کے ایک خط میں میر بندہ علی خان عرف مرزا میرؔ کو لکھتے ہیں :

''میر بندہ علی خان عرف مرزا میر کو غالب بے برگ ونوا کا
سلام پہنچی .... میرا باپ عبداللہ بیگخان عرف مرزا دولہہ
مہاراو رراجا بختاور سنگہ بہادر کے رفاقتمیں مارا گیا'' ۔ ۹

مولانا عباس رفعت کو ایک خط مرقومہ 4 نومبر 1861ء میں اپنی ایک غزل کے دو اشعار یوں درج کیے ہیں :

سب کہان کچہہ لالہ و گل مین نمایان ہو گئین
صورتین کہا خاکمین ہونگے کہ پنہاں ہو گئین
ہار تین ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہو گئین ۱۰

درج بالا مثالوں میں اسکو، خاکمین، ہمکو، بیگخان، علیخان، رفاقتمین، بابمین، لکھدیتا، کسکا ایسے الفاظ ہیں جو الگ الگ لکھے جاتے ہیں۔

مزید امثال :

نوابصاحب۔ بیگمصاحبہ۔ فصلربیع۔ ہنڈویکا۔ نکروں۔ نگیا۔ جوابمین۔ غزلونکو۔ اُلٹے۔ اُسّے۔

۲۔ یائے معروف اور یائے مجہول :

اردو کے قدیم املا میں یائے معروف اور یائے مجہول میں جدید دور کی طرح فرق نہیں کیا جاتا تھا۔ اس معاملے میں املا سے زیادہ فن خوش خطی کا خیال رکھا جاتا تھا۔ اسی لیے یائے معروف کی جگہ یائے مجہول اور یائے مجہول کی جگہ یائے معروف لکھنا عام تھا۔ اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ قدیم متون میں معلوم نہیں ہو پاتا کہ مصنف بعض الفاظ کا تلفظ کس طرح کرتا تھا اور کبھی کبھی ہمیں یہ بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ مصنف کسی مخصوص لفظ کو مذکر لکھتا ہے یا مؤنث۔

Scanned by CamScanner

غالب کے ہاتھ کی لکھی تحریروں کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ غالب نے بھی یائے معروف اور یائے مجہول میں بالکل فرق نہیں کیا۔ اگرچہ غالبؔ کے زمانے میں ان دونوں میں تفریق شروع ہو چکی تھی لیکن کچھ لوگ اس کی پابندی کرتے تھے اور کچھ نہیں ''عود ہندی'' اور ''اردوئے معلیٰ'' کے پہلے ایڈیشن تقریباً ایک ہی زمانے میں شائع ہوئے ہیں۔ ''عود ہندی'' میں یائے مجہول اور یائے معروف میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔ جبکہ ''اردوئے معلیٰ'' میں اس کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ مثلاً

سید انور سجاد مرزا کو لکھتے ہیں:

> ''خوبی دین و دنیا تمکو ارزانے تمہاری خط کی دیکھنی سے آنکھیں روشن ہوگئیں''۔ ۱۱

مولوی ضیاء الدین خان ضیا دہلوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''پارسیان سابق جو جانتی نہتی کہ فاعل کسکو کہتی ہین اور جمع کس مرض کا نام ہی، امر کا صیغہ کون جانور ہی''۔ ۱۲

مولوی صاحب کے نام ایک اور خط میں یوں رقمطراز ہیں:

> ''اچھوں کے ساتھہ سب بھلائی کرتے ہیں بُرون کے ساتھہ نیکی کرنے جوانمردے ہے''۔ ۱۳

۳۔ اعراب بالحروف:

ترکی رسم الخط میں اعراب بالحروف کا قاعدہ ہے یعنی اگر لفظ کے پہلے صوتی رکن میں ضمہ ہے، تو اسے واؤ سے بدل دیا جاتا ہے۔ قدیم اردو املا میں بھی یہی طریقہ رائج تھا جو ممکن ہے ترکی رسم الخط سے لیا گیا ہو۔ غالب کے زمانے میں واؤ کے بدلے فارسی پیش کا استعمال کرکے ''اوس'' اور ''اون'' وغیرہ کو اس اور ان لکھا جانے لگا تھا۔ غالب نے اس نئے طریقے کو نہیں اپنایا۔ ان کے ہاں اعراب بالحروف کی یہ اشکال ملتی ہیں:

اُوس۔ اون۔ اونھوں۔ اوترنا۔ اوٹھنا۔ پونچھنا۔ اودھر۔ اوتنا۔ اوتنی۔

Scanned by CamScanner

محمود مرزا کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

''جو کچھہ واقع ہوا، اوسکو سمجھہ اب میں اونکو ایکخط جدا گانہ لکہا ہے''۔ ۱۴؎

مولوی ضیاءالدین خان ضیا دہلوی کو لکھتے ہیں:

''مین اون سکو یا اوتمیں سے مختص فلاں و بہمان کو اپنا مطاع کیونکر جانوں اور کسی دلیل سے اونکی تحکم کو مانوں''۔ ۱۵؎

18 جولائی 1863ء کے ایک مکتوب میں نواب علاءالدین علائی کو لکھا ہے:

''مجہ پر سے یہ تکلیف اونہوالو اور تم اس زمین مین چند شعر کہہ کر بہیج دو''۔ ۱۶؎

۴۔ پیش کا استعمال:

غالب واوٗ معروف، واوٗ مجہول، پیش معروف اور پیش مجہول پر التزاماً فارسی پیش لگاتے ہیں۔ مثلاً

تُم۔ طُرفہ۔ دُو۔ سُر۔ کھُل۔ تُو۔ جُرم۔ چُکا۔ رہُو۔ جُو۔

مولانا محمد نعیم الحق آزاد کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''پیر و مرشد کیا حکم ہونا ہی احمق بنکر چُپ ہُو رہُون یا جواز روئے کشف یقینے مجہ پر جانے ہوا ہے وہ کہون۔ اول رجب مین نواز شناسہ آپ نے کب بہجا؟ آخر میرے پاس پہنچ ہی گیا یہ جواب بہیجا اگر روانہ ہُوا ہُوتا تُو وہ بہی پہنچ گیا ہوتا''۔ ۱۷؎

مرزا ہرگوپال تفتہ کو ایک خط میں لکھا ہے:

''اسمیں تُو تین ٹکڑی کا لف ونشر ہے'' ۱۸؎

۔ نواب سید محمد یوسف علی خاں بہادر ناظم کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں:

''اگر وہی تخلص منظور رہُو تُو بہت مبارک تم سلامت رہُو

Scanned by CamScanner

قیامت تک''۔ ۱۹؎

نواب سید محمد یوسف علی خان ہی کے نام ایک اور خط میں لکھا ہے:

''ایکخط مشتمل اپنی حال پر اور ایک خط جناب بیگمصاحبہ و قبلہ مغفورہ کے تقریب مین روانا کر چکا ہون''۔ ۲۰؎

۵۔ ہا کار آوازوں کی لکھاوٹ:

اردو کی ہا کار آوازیں خالص ہند آریائی ہیں اور تعداد میں گیارہ ہیں، جو یہ ہیں:

بھ۔پھ۔تھ۔ٹھ۔جھ۔چھ۔دھ۔ڈھ۔۔ڑھ۔کھ۔گھ۔

فارسی زبان میں ہا کار آوازیں نہیں ہیں۔س لیے جب ان آوازوں والے الفاظ کو فارسی رسم الخط میں لکھا گیا، تو خاصی دقت ہوئی۔ابتداء میں ہا کار آوازوں کے تحریری اظہار کے لیے ہائے ملفوظ کا ستعمال کیا گیا۔غالب ہی کے عہد میں ان آواروں کے لیے ہائے مخلوط یعنی ''دوچشمی ھ'' ایجاد کی گئی۔غالب کے ہاں ''ھ'' کا استعمال بہت کم ہوا ہے۔ان کی املا میں ہا کار آواروں کی مختلف اشکال ملتی ہیں:

i۔ اگر ہائے مخلوط لفظ کے شروع میں آئے تو غالب اس طرح املا کرتے ہیں۔

بہوکا (بھوکا) بہاری (بھاری) کہانا (کھانا)

گہر (گھر) تہوڑا (تھوڑا)

اس سلسلے میں خطوط غالب سے کچھ مثالیں دیکھتے ہیں:

''بہائی سے دو سوال ہیں''۔ ۲۱؎

یہ خط نواب امین الدین احمد خان کو لکھا تھا جبکہ نواب حسین مرزا کے نام ایک خط میں رقمطراز ہیں:

''کل رضا شاہ کی زبانی معلوم ہوا کہ بہابہی صاحب نے وہ خط مہر رستم علیکو دیا'' ۲۲؎

ii۔ ہائے مخلوط لفظ کے درمیان ہو تو اس طرح لکھتے تھے:

Scanned by CamScanner

رکہی (رکھی) اکہاڑ (اکھاڑ) بوڑہا (بوڑھا)

پڑہا (پڑھا) آنکہیں (آنکھیں) ہاتی (ہاتھی)

''میں نوندا ے کو یہ خط حرف بحرف پڑہا لایا ہوں''۔ ۲۳؎

(خط بنام نواب حسین مرزا)

''غزل کے پسند آنی نی میری سخنورے کا رتبہ بڑہایا''۔ ۲۴؎

(خط بنام نواب کلب علی خاں)

iii- اگر ہا کا رآواز لفظ کے آخر میں آئے تو اس کی مختلف شکلیں ملتی ہیں۔

اودہ (اودھ) پڑہ (پڑھ) باندہ (باندھ)

بڑہ (بڑھ) چڑہ (چڑھ)

28 جولائی 1859ء کے ایک خط میں نواب حسین مرزا کو لکھتے ہیں:

''اونہون نے کہا کہ تم دیکہہ کر پڑہ کر اپنے آدمیکے ہات کاشے ناتہہ کے پاس بہیجدینا''۔ ۲۵؎

iv- کبھی ہائے ملفوظ اور ہائے مختفی دونوں کا استعمال کیا ہے:

دیکہہ (دیکھ) ہاتہہ (ہاتھ) مجہہ (مجھ)

ساتہہ (ساتھ) سمجہہ (سمجھ) جگہہ (جگہ)

کہہ (کہ)۔

غالب کا ایک خط اس کی مثال کے لیے درج ہے:

''اس حقیقت پر کہ نولکشور نواب ضیاء الدین خان سے واسطی انطباع کے لیگیب جب یہ واقع نہوا، تو اب اوسکو نکال ڈالوں اور اوسکے جوکئی نثر یںے اور ہین وہ لکہہ دوں''۔ ۲۶؎

(خط بنام نواب امین الدین احمد)

v- بعض الفاظ کا املا اس طرح بھی کیا ہے کہ لفظ کے آخر میں آنے والی ہائے مخلوط کو

Scanned by CamScanner

سادہ بندشی آوازوں سے بدل کر اس میں ہائے مختفی کا اضافہ کر دیا ہے۔ مثلاً

مجہ (مجھ) تجہ (تجھ) سمجہ (سمجھ)

vi۔ اور کبھی لفظ کے آخر میں آنے والی ہائے مخلوط کو صرف سادہ بندشی آوازوں سے بدل دیتے ہیں:

ہات (ہاتھ) رت (رتھ) میرٹ (میرٹھ)۔

۶۔ <u>لفظ کے آخر میں الف یا ہائے مختفی:</u>

فارسی میں ایسے الفاظ کی تعداد اچھی خاصی ہے جن کے آخر میں تلفظ الف کا ہے لیکن انہیں ہائے مختفی سے لکھتے ہیں۔ ممکن ہے ایران میں ہائے مختفی اور الف میں فرق رہا ہو لیکن ہندوستان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے اردو مین فارسی کے کچھ ایسے الفاظ جن کے آخر میں اصلاً ہائے مختفی یا ہائے ملفوظ تھی، الف سے لکھے جانے لگے، اور بعض اردو الفاظ جنہیں الف سے لکھنا چاہیے تھا، ہائے مختفی سے لکھے گئے۔ اگر ہر اردو لکھنے والا اس طریقے کو اپنا لیتا تو پھر یہی املا رائج ہو جاتا۔ ہوا یہ کہ کچھ لوگ تو ہائے مختفی پر ختم ہونے والے فارسی الفاظ کو ہائے مختفی سے لکھتے رہے اور کچھ نے الف سے لکھنا شروع کر دیا۔ اس طرح کچھ لوگوں نے بعض اردو الفاظ کو فارسی رسم الخط کے انداز پر ہائے مختفی سے لکھنا شروع کر دیا۔

غالب کے ہاں ایسے الفاظ کی املا کی مختلف صورتیں ملتی ہیں۔ غالب اردو کے بعض الفاظ کو الف ہی سے لکھتے ہیں جیسے: پتا۔ مہینا۔ بھروسا۔ کمرا۔

ایک مثال خطوط غالب سے پیش ہے:۔

25 ستمبر 1866ء کو چودھری عبدالغفور سرور کو لکھتے ہیں:

''میں تو خدمت بجا لایا مگر اس کے صلہ مین تین باتین چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ آرہ مین مولوی سید فرزند لصمد کے مکان کا پتا مجہہ لکہہ بہیجو''۔ [۲۷]

لیکن بعض اردو الفاظ کو ہائے مختفی یا ہائے ملفوظ سے لکھتے ہیں:

Scanned by CamScanner

لالہ۔ پودینہ۔ راجہ۔ کلکتہ۔ پرچہ۔ تھانہ۔ چبوترہ۔ کیوڑہ۔

خطوط غالب سے ایسی دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

مہاراجہ سردار سنگھ والی بیکانیر کو 1859ء جنوری میں لکھتے ہیں:

''بحضور وافر السرور جناب سری مہاراجہ صاحب''۔ ۲۸

اسی طرح سید سجاد مرزا کو اکتوبر۔ دسمبر 1865ء کے مرقومہ خط میں لکھا ہے:

''تمہاری بار باقر میرزا تحصیلدارے، تحصیلدارے پکارتے نہی یہاں معلوم ہُوا کی تمام قلمرو میں ۶ تحصیلداریاں اور ۶ تہانہ داریان ہیں''۔ ۲۸

یہ تو اردو الفاظ کی مثالیں تھیں۔ بعض فارسی الفاظ کو فارسی رسم الخط میں ان کے املا کے برخلاف غالبؔ الف سے لکھتے ہیں۔ جیسے: چھاپ خانا۔ خاکا۔ نقشا۔

۷۔ **نون غنہ اور نون ساکن:**

غالب کے زمانے تک عام رواج تھا کہ جن الفاظ کے آخر میں ''ن'' آتا ہو، چاہے وہ نون غنہ ہو، ساکن ہو، دونوں صورتوں میں نون غنہ سے لکھتے تھے۔ مثلاً:

ہون۔ مین۔ آون۔ نہین۔ شادیان۔ نگران۔ کرین۔

لوگون۔ فرمائین۔ اٹھائین۔

نواب سید محمد یوسف علی خان بہادر ناظم کو خط میں لکھتے ہیں:

''آداب بجالاتا ہون غزلو نکے مسودات صاف کرکر حضور مین بہیجتا ہون۔ مسودات اپنی پاس رہنے دئی ہین۔ اس نظر سے اگر احیاناً ڈاکمین لفافہ تلف ہو جائے تو مین پھر اسکو صاف کر کے بہیجدون''۔ ۲۹

یوسف علی خان بہادر ناظم کو ایک اور خط میں لکھتے ہیں:

''آداب نیاز بجالا کر عرض کرتا ہون، سو روپیہ کے ہنڈوے

Scanned by CamScanner

بابت مصارف ماہ نومبر 1859ء پہنچے اور روپیہ وصول مین آیا اور صرف ہو گیا اور مین بدستور بہو کا ننگا رہا تم سے نکہون تو کس سے کہون''۔ ۳۰

۸۔ بعض الفاظ کا املا اور ان کا تلفظ:

کسی بھی متن کی بنیاد پر اس کے مصنف کا تلفظ کا اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ الفاظ کے تلفظ اور ان کے املا میں مطابقت ہو۔ غالب کی تحریروں میں بعض الفاظ کا املا اس طرح لکھا گیا ہے کہ جن پر شبہ ہوتا ہے کہ غالب ان کے تلفظ بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اگرچہ اس معاملے میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

i۔ تڑپنا:

قدیم اردو میں اس لفظ کا تلفظ ''تڑپھنا'' ہے۔ غالب بھی اسی تلفظ کو ترجیح دیتے تھے۔ قاضی عبدالجلیل جنون بریلوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

'' 'تڑپھنا' ترجمہ تپیدن کا املا یوں ہے نہ 'تڑپنا' ہائے فارسی اور نون کے درمیان ہائے مخلوط التلفظ ضرور ہے''۔ ۳۱

ii۔ گاؤں اور پاؤں:

پاؤں اور گاؤں کو غالب ہمیشہ ''پانو'' اور ''گانو'' لکھتے تھے۔ ان کے نزدیک یہی املا درست تھا۔ مثلاً:

قاضی عبدالجلیل جنون بریلوی نے ایک خط میں پاؤں لکھ دیا تو 22 فروری 1861ء کے خط میں انہیں تنبیہ کرتے ہیں:

'' ننگے پاؤں ''واؤ'' کے ضمے کو اتباع کیا ؟........... پاؤں کی یہ املا غلط۔ پانو، گانو، چھانو درست ہے''۔ ۳۲

Scanned by CamScanner

iii۔ گڑ پنکھ:

اس لفظ کو غالب نے ''گڑہ پھنک'' لکھا ہے لیکن خطوط غالب میں یہ لفظ صرف ایک بار آیا ہے۔ اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ سہو کتابت ہے یا غالب کے نزدیک یہی املا درست تھی۔
یہ لفظ نواب حسین مرزا کے نام ایک خط مرقومہ 18 جون 1859ء میں آیا ہے، لکھتے ہیں:

''آج صبح کو سردار سنگھ والد جگت سنگھ میری پاس آئے تھے۔ تمہاری مکان کا پتا لکھوا کر لے گئے ہین شاید تمکو خط لکھین۔ میر عنایت حسین صاحب ''گڑہ پھنک'' بنکر اڑ گئے''۔ ۳۳

iv۔ سونچ، گھانس، چانول:

دہلی میں بعض مصوتوں کو انفیانے کا رجحان عام تھا۔ آج بھی دلی کی کرخنداری بولی میں گھانس، چانول، بلیچنا عام ہیں۔ غالب نے ہر جگہ سونچ لکھا ہے۔ ایک مطبوعہ خط میں چانول ملتا ہے۔ ایک جگہ ''بوٹے'' کے بجائے بونٹے بھی لکھا ہے۔
15 نومبر 1866ء کے مرقومہ خط میں نواب امین الدین خان احمد کو لکھتے ہیں:

''آج تک سونچتا رہا.................''۔ ۳۴

حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہیں:

''میان! چانول برے، بڑھتے نہین''۔ ۳۵

v۔ ذ اور ز:

غالب کا دعویٰ تھا کہ فارسی میں ''ذ'' نہیں ہے، اس لیے وہ تمام فارسی الفاظ ''ز'' سے لکھتے تھے۔ گذشتن، گذاشتن، گذاردن اور پذیرفتن اور ان کے مشتقات مثلاً گذشتہ، سرگذشت، گذرگاہ، درگذر وغیرہ کو غالب ''ذ'' ہی سے لکھتے تھے۔ غالب عربی لفظ ''ذرہ'' کو بھی ''زرہ'' ہی لکھتے تھے۔

Scanned by CamScanner

vi۔ بوڑھا اور گاڑی:

غالب کی تحریروں میں یہ الفاظ اور خاص طور سے لفظ بوڑھا کثرت سے آیا ہے اور عام طور سے ان دونوں الفاظ کے املا ''بوڑھا'' اور گاڑی کیا گیا ہے۔ لیکن کبھی کبھی بوڈھا اور گاڈی بھی ملتے ہیں۔ ممکن ہے کہ غالب ان الفاظ کا تلفظ اسی طرح کرتے ہوں۔

۹۔ بعض حروف کو ملا کر لکھنے کا رجحان:

غالب ایک ہی لفظ کے حروف کو بھی بعض اوقات ملا کر لکھ دیتے تھے۔ جنھیں جدید املا میں لازمی طور پر الگ الگ لکھا جاتا ہے۔ مثلاً

دو	(دو)	د اور و ملا کر۔
بہادر	(بہادُر)	ا اور د ملا کر۔
موجو	(موجود)	و اور د ملا کر۔
زیادہ	(زیادہ)	ا اور د اور ہ ملا کر۔
حل	(حال)	ا اور ل ملا کر۔

۱۰۔ معکوسی آوازیں:

چونکہ فارسی میں معکوسی آوازیں نہیں ہیں، اس لیے فارسی رسم الخط میں ان آوازوں کو تحریری روپ میں دینے میں خاصی پریشانی ہوئی۔ قدیم اردو املا میں تمام معکوسی آوازوں کے لیے قریب المخرج آوازوں کے مصمتے پر تین نقطے بنا دیا کرتے تھے۔ مثلاً

ث (ٹ) ثھ (ٹھ) ذ (ڈ)

ثھ (ٹھ) ژ (ڑ) ذھ (ڈھ)

تین نقطے لگانے سے ٹ اور ث میں فرق مشکل ہوتا تھا کیونکہ دونوں پر تین نقطے ہوتے تھے اس لیے شاید نقطوں کی تعداد بڑھا کر چار کر دی گئیں۔ ہمیں غالب کے املا میں اس کی مختلف صورتیں ملتی ہیں۔

Scanned by CamScanner

کہیں غالب کچھ معکوسی آوازوں پر چار نقطے لگاتے ہیں اور کچھ پر ''ط'' علامت لگاتے ہیں۔ مثلاً وہ ٹ اور ٹھ پر چار نقطے لگاتے ہیں لیکن ڈ، ڈھ، ڑ، اور ڑھ پر ''ط'' علامت بناتے ہیں۔ مثلاً:

18 جولائی 1862ء کے ایک خط میں نواب علاء الدین احمد خان علائی کو لکھتے ہیں:

''مجھ پر سے یہ تکلیف اونھوالو اور تم اس زمین مین چند شعر کہہ کر بھیج دو''۔ ۳۶

اس خط میں غالب نے اپنی مشہور غزل:

''نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے''

بھی تحریر کی ہے۔ اس غزل کے ایک شعر میں معکوسی آوازوں کی املا دیکھیے:

بوجھہ وہ سر سے گرا ہی کہ اوٹھائے نہ اوٹھے

کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائی نہ بنی ۳۷

انگریزی الفاظ کا تلفظ، املا اور اردو ترجمہ

ہندوستان پر انگریزوں کے سیاسی اقتدار کی وجہ سے ہندوستانیوں کے لیے انگریزی اجنبی زبان نہ رہی تھی۔ دہلی کالج میں انگریزی ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھائی جا رہی تھی جس کی وجہ سے ہندوستان میں انگریزی داں طبقہ پیدا ہو چکا تھا۔ ثقافتی سطح پر انگریزی سے الفاظ مستعار لینے کا عمل بہت پہلے شروع ہو چکا تھا۔ انتظامیہ اور اردو اخبارات میں انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کا استعمال عام تھا۔ ان انگریزی الفاظ کا اردو میں ترجمہ کر لیا گیا تھا لیکن بیشتر انگریزی الفاظ اردو میں لے لیے گئے ہیں ان مستعار الفاظ میں صوتی سطح پر بہت سی تبدیلیاں وجود میں آئیں۔

غالب کے انگریزوں سے بہت گہرے مراسم تھے۔ انگریزوں میں غالب کے شاگرد، معتقد، دوست، مداح اور ممدوح، سب ہی طرح کے لوگ تھے۔ پنشن کے مقدمے

Scanned by CamScanner

کی وجہ سے زندگی بھر غالب کی انگریز حکومت سے مراسلت رہی ۔ ان خطوط کا مسودہ عام طور سے غالب فارسی میں لکھتے اور انگریزی میں ترجمہ کرا کے بھیجتے ۔

غالب نے فارسی اور اردو نظم و نثر دونوں میں خاصی بڑی تعداد میں انگریزی الفاظ اور بعض انگریزی الفاظ کے اردو ترجموں کا بے تکلف استعمال کیا ہے ۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ غالب انگریزی الفاظ کا تلفظ کس طرح کرتے تھے ۔ ہاں ان الفاظ کا املا غالب جس طرح کرتے تھے، اس سے تلفظ کا تھوڑا بہت اندازہ کیا جا سکتا ہے :۔

i۔ انگریزی الفاظ کے اردو تراجم :

یہ انگریزی الفاظ کے وہ اردو ترجمے ہیں جو غالب نے استعمال کیے تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ ترجمے غالب نے خود کیے تھے یا ان کے عہد میں رائج تھے :

Telegram	تار برقی، تار بجلی
Steamer	دخانی جہاز
Match	انگریزی دیا سلائی
Martial Law	جرنیلی بندوبست
Governor-General	حاکم اکبر
Photograph	آئینہ/عکس کی تصویر
Post master General	بڑا پوسٹ ماسٹر
Division	کمشنری
Registered Letter	رجسٹری دار خط

ii۔ غالب کا مروجہ تلفظ سے مختلف تلفظ :

غالب نے بعض انگریزی الفاظ کا املا اس طرح کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب ان الفاظ کا تلفظ، مروجہ تلفظ سے بہت مختلف کرتے تھے ۔

Lord	لارڈ

Scanned by CamScanner

پان ٹوٹی	Town Duty
سکرتر یا سکرتری	Secretary
گورمنٹ	Government
لیکور	Liquor
برگڈیر	Brigadier
بارک	Barrack
پنسن	Pension
کمپ	Camp
ٹپن	Tiffin
رپوٹ	Report
باہمی مشورہ	Council

iii۔ انگریزی الفاظ کی صوتی تبدیلی:

کلکٹری	Collectorate
رجسٹری	Registered
بکس	Box
اسپتال	Hospital

iv۔ اردو کے لیے غالب کا ناقابل قبول املا:

بعض الفاظ کا جو املا غالب نے کیا ہے، وہ اردو کے لیے قابل قبول نہیں رہا۔ مثلاً:

اجنٹ	Agent
لمبر	Number
اسٹامپ	Stamp

Scanned by CamScanner

Cheque	چک
Certificate	سارتی فکٹ
Station	اسٹیسن
Resident	رسیڈنٹ

۷۔ موجودہ املا سے مماثل غالب کا املا:

اب وہ انگریزی لفظ ملاحظہ ہوں جن کی املا آج بھی تقریباً وہی ہے جو غالب کی تحریروں میں ملتی ہے۔

Ticket	ٹکٹ
Doctor	ڈاکٹر
Income Tax	انکم ٹیکس
Parcel	پارسل
Deputy	ڈپٹی
Agreement	اگریمنٹ/گریمنٹ

خلاصہ بحث یہ کہ:

خطوط غالب نہ صرف غالب کی شخصیت و سیرت، زندگی کے آئینہ دار ہیں بلکہ اپنے عہد کے سیاسی و تہذیبی مرقعے بھی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بلحاظ ''تاریخ زبان اردو'' کے ارتقائی سفر میں یہ خطوط سنگ میل کا کام دیتے ہیں اور ہمیں زبان کی موجودہ صورت کی شناخت میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

حوالہ جاتی ومطالعاتی کتب

۱۔ مسعود حسین خان، پروفیسر۔ ''قصہ تاریخ زبان اردو''، سرسید بکڈپو، علی گڑھ، 1970ء۔ ص:114۔

۲۔ نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر۔ ''دلی کا دبستان شاعری''۔ (ترمیم شدہ)، بک ٹاک، لاہور۔ 1991ء۔ ص:66۔

۳۔ مرزا خلیل احمد بیگ (مرتبہ)، ''اردو زبان کی تاریخ''۔ طبع اول، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔ 1995ء، ص:163۔

۴۔ نورالحسن ہاشمی، ڈاکٹر۔ ''دلی کا دبستان شاعری''۔ (ترمیم شدہ)، بک ٹاک، لاہور۔ 1991ء۔ ص:79۔

۵۔ مرزا خلیل احمد بیگ (مرتبہ)، ''اردو زبان کی تاریخ''۔ طبع اول، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ۔ 1995ء، ص:170۔

۶۔ خلیق انجم (مرتبہ)، ''غالب کے خطوط'' (حصہ اول)، ص:62۔

۷۔ غلام رسول مہر، مولانا۔ (مرتبہ)، ''خطوط غالب''۔ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور۔ بار ہفتم 1993ء، ص:496۔

۸۔ خلیق انجم (مرتبہ)، ''غالب کے خطوط'' (جلد دوم)، انجمن ترقی اردو، پاکستان، طبع دوم 1998ء، ص:803۔

۹۔ ایضاً۔ (جلد دوم)، ص:806۔

۱۰۔ ایضاً۔ (جلد دوم)، ص:733۔

۱۱۔ ایضاً۔ (جلد دوم)، ص:813۔

۱۲۔ ایضاً۔ (جلد دوم)، ص:742۔

Scanned by CamScanner

۱۳۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:749۔

۱۴۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:735۔

۱۵۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:742۔

۱۶۔ ایضاً۔(جلد اول)، ص:388۔

۱۷۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:725۔

۱۸۔ ایضاً۔(جلد اول)، ص:241۔

۱۹۔ ایضاً۔(جلد سوم)، ص:1262۔

۲۰۔ ایضاً۔(جلد سوم)، ص:1266۔

۲۱۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:692۔

۲۲۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:676۔

۲۳۔ ایضاً۔(جلد سوم)، ص:1288۔

۲۴۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:676۔

۲۵۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:692۔

۲۶۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:617۔

۲۷۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:750۔

۲۸۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:814۔

۲۹۔ ایضاً۔(جلد سوم)، ص:1269۔

۳۰۔ ایضاً۔(جلد چہارم)، 1995ء،ص:1502۔

۳۱۔ ایضاً۔(جلد چہارم)، ص:1499۔

۳۲۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:672۔

۳۳۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:688۔

۳۴۔ ایضاً۔(جلد دوم)، ص:638۔

Scanned by CamScanner

۳۵۔ ایضاً۔(جلد اول)، ص:388۔

۳۶۔ ایضاً۔(جلد اول)، ص:390۔

۳۷۔ ایضاً۔(جلد اول)، ص:401۔

۳۸۔ محمد حسین آزاد، مولانا۔ ''آب حیات''۔مکتبہ عالیہ، اردو۔1990ء۔

۳۹۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر۔ ''وجہی سے عبدالحق تک'' سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔ 1996ء۔

۴۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر۔ ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۴۱۔ اعجاز حسین، ڈاکٹر۔ ''مختصر تاریخ ادبِ اردو''۔اردو اکیڈمی، سندھ، کراچی۔ طبع سوم 1971ء۔

۴۲۔ ابواللیث صدیقی۔ ''لکھنؤ کا دبستان شاعری''، غضنفر اکیڈمی پاکستان، کراچی۔

۴۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ ''تاریخ ادب اردو'' (جلد دوم)، انجمن ترقی اردو، لاہور۔طبع سوم 1994ء۔

۴۴۔ جمیل احمد انجم، پروفیسر۔ ''تاریخ زبان وادب اردو'' ۔علمی کتاب خانہ، لاہور۔